مولوی صاحب

گیا اِک روز میں مسجد، کہا یُوں، مولوی صاحب
نہیں کچھ دلنشیں لہجہ کہ ہوتا دل نہیں راغب

کہاں ہوتے ہیں وہ واعظ، اُٹھا پھینکیں نحوست کو
مرے قلبِ مصور میں بہت سے بت ہوئے غالب

بہت محدود سا ہے آپ کا علمِ خفی، مانیں
نہ مضطر کر سکے دل کو، نہیں ماخوذ کچھ قالب

نہیں منطق فصاحت بھی کہ باتیں لگتی فرسُودہ
پھر اُس پر حسنِ نوبت یہ کہ حق بھی نیم ہی جالب

بہت ہی دب سے جاتے ہیں جو ثروت حال سے مل لیں
یہی دیکھا سدا میں نے، وقار و تمکنت غائب

معطر آپ کی باتیں، تضاد ان میں بہت لیکن
مجھے لگتا ہے سب کچھ ٹھیک ہو جو آپ ہوں صائب

بہت دلکش سی اک مسکان سے بولے وہ مولانا
بہت مدت ہوئی کہ آپ مع اصنام ہیں غائب

کبھی سادہ سی باتیں آپ کے کانوں سے ٹکرائیں
ضروری ہے کبھی مسجد کو تو آئیں مرے صاحب

نہیں ملتی دوا ایسی کہ رکھ دوں زخم پہ فوراً

ہدایت تو سعادت ہے، وہ لہجے پر نہیں جاذب

یہ مانا علم تو محدود ہے، پر کیا کبھی ایسا
ہُوا؟ تُو مولوی پائے نہیں، جب علم کا طالب

یہ علم و ناطقہ تیرا شرارت کا وطیرہ ہے
ہدایت ڈھونڈنے والے تو نظرِ پیر سے ثاقب

تضادِ گفتگو جو تُو نے میری ذات میں دیکھا
نہیں یہ بات میں، بس تُو رہا ہے جزو کا عاقب

بہت یہ بات جاذب ہے جو میں دب جاؤں ثروت سے
مری دنیا جو عاجز ہے، تری دنیا بہت غاصب

مجھے روٹی نہ ملتی تھی میں جب تحصیل کرتا تھا
بدل دے میری قسمت تُو، اگر تقدیر کا کاتب

گیا اب سعد مسجد سے کہ آنکھوں میں ندامت تھی
مرے مولا، سدا رستہ مجھے دکھلا دے حق جانب